مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح

کے محاسن و کمالات

مؤلف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

ناشر

نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن کرلا ویسٹ ممبئی

کے محاسن و کمالات

مؤلف

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عُفِیَ عَنْہٗ

صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی

ناشر

نورِ ایمان اسلامک آرگنائیزیشن کرلا ویسٹ ممبئی

جملہ حقوق بحقِّ ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : مرآۃ المناجیح شرحِ مشکاۃ المصابیح کے محاسن و کمالات

مؤلف : سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی عفی عنہ

صدر مدرس : دار العلوم محبوب سبحانی کرلا ممبئی

رابطہ نمبر: 9029249679

کمپوزنگ : بدستِ خود

سیٹنگ : حضرت مولانا محمد رفیق صاحب نظامی سبحانی

سن طباعت : ربیع الاول ۱۴۴۴ھ مطابق اکتوبر ۲۰۲۲ء

تعداد : 1000

قیمت : ....

صفحات : ۶۰

ملنے کا پتہ : نورِ ایمان، آفس

دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا ویسٹ، ممبئی

شرفِ انتساب

مجدّدِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فہرست

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

از: حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

زمانے نے زمانے میں سخی ایسا کہیں دیکھا
لبوں پہ جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا
مصیبت میں جو کام آئے گنہ گاروں کو بخشائے
وہ اک فخرِ رسل محبوبِ رب العالمیں دیکھا
بنایا جس نے بگڑوں کو سنبھالا جس نے گرتوں کو
وہ ہی حلّالِ مشکل رحمۃ للعالمیں دیکھا
وہ ہادی جس نے دنیا کو خدا والا بنا ڈالا
دلوں کو جس نے چمکایا عرب کا مہ جبیں دیکھا
بسے جو فرش پر اور عرش پر جس کی حکومت ہو
وہ سلطانِ جہاں طیبہ کا یک ناقہ نشیں دیکھا
وہ آقا جو کہ خود کھائے کھوریں اور غلاموں کو
کھلائے نعمتیں دنیا کی کب ایسا کہیں دیکھا
ہو لب پر امتی جس کے کہیں جب انبیا نفسی
دو عالَم نے اُسے سالک شفیع المذنبیں دیکھا

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ

****

انوارِ حکیم الامت:

اِس کائناتِ ہست و بود میں نہ جانے کتنے خاصّانِ خدا آئے اور اپنی علمی و قلمی کاوشوں کے نقوش چھوڑ کر رخصت ہو گئے، یہ سلسلۂ زریں اب بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ عزوجل تا قیامِ قیامت جاری رہے گا؛ مگر اِس خاکدانِ گیتی پر کچھ ایسی تاریخ ساز ہستیاں بھی جلوہ گر ہوئی ہیں جو اپنے زمانے میں مرجعِ خلائق بھی رہی ہیں اور رونقِ بزمِ جہاں بھی، اہلِ علم کو آج بھی جن کی علمی، دینی، ملی، سماجی، تعلیمی، روحانی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات کا اعتراف ہے۔

ایسی ہی انقلاب آفریں، ہمہ گیر، ہمہ جہت اور برگزیدہ شخصیتوں میں مفسرِ بے نظیر، محدثِ بے مثیل، فقیہِ بے بدل، شہنشاہِ کتابت، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، حکیم الامت حضرت علامہ و مولانا و مفتی الحاج احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ بابرکات بھی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی مقناطیسی شخصیت برِّ صغیر ہند و پاک؛ بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اپنی خدا داد صلاحیتوں اور روشن و تابناک کارناموں کے سبب معروف و مشہور ہے، آپ نے اپنے فیض باررشحاتِ قلم کے ذریعے مسلمانانِ عالم ، بالخصوص مسلمانانِ ہند و پاک کے اعمال و عقائد کی حفاظت و صیانت کا جو فریضہ انجام

دیا ہے دنیائے سنیت اُسے کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتی۔

خدمتِ دینِ متین کے مختلف شعبوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کاوشات ہمہ گیر اہمیت کی حامل ہیں، آپ بیک وقت ایک باصلاحیت عالمِ دین، باکمال مفتیِ اسلام، مایۂ ناز محقق، صاحبِ اسلوب قلم کار و مصنف اور خوش رنگ شاعر و ادیب تھے، اِن تمام اوصاف پر آپ کی تاریخی، علمی اور قلمی کاوشیں نہ صرف دلائل؛ بلکہ امتِ مسلمہ کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور فراہم کررہی ہیں۔

آپ نے جماعتِ اہلِ سنت کی حقانیت کو عالم آشکار کیا، مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے اربابِ اقتدار کو آگاہ کیا، قلم پر آپ کی حکمرانی تھی، آپ کا علمی شعور انتہائی پختہ تھا، جملہ علومِ عقلیہ ونقلیہ میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی، عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا، آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے، پورے اذعان ویقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث اور کلام وعقائد سمیت جملہ علومِ دینیہ میں کامل تھے۔

آپ کے ذمہ دار نوکِ قلم نے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، کہ زمانے کی گردش بھی اُنھیں دھندلا نہیں کرسکتی، یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ آپ نے نہ صرف بین الاقوامی احوال پر خامہ فرسائی فرمائی؛ بلکہ مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ پیش فرمایا، نہ صرف سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے حقائق ومعارف بیان کیے؛ بلکہ اسلام کی حقانیت کو نمایاں کیا۔ نہ صرف اسلافِ کرام کا تعارف پیش کیا؛ بلکہ

وہابیت زدہ افکار وخیالات کی دھجیاں اڑائیں اور دیوبندیت کے ناپاک ومردود خنزیر نما چہرے کی مکروہیت وملعونیت کو واضح کیا۔ نہ صرف نیچریت وچکڑالویت کے پرخچے اڑائے؛ بلکہ احادیث وآیات کے ظاہر پر وارد ہونے والے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات بھی تحریر فرمائے۔آپ کا اسلوبِ تحریر واندازِ بیان انتہائی شگفتہ، شستہ اور فکری وفنی جمال سے مالامال ہے۔آپ کی تصانیف میں جگہ جگہ ادب واحترام، الفت ومحبت، تعظیم وتکریم اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں، آپ نہایت سریع الکتابت تھے، آپ کے نوکِ قلم کی کرشمہ سازیاں دیکھنی ہوں تو آپ کی درج ذیل بیش بہا تصانیت وتالیف کا مطالعہ فرمائیں:

[۱] تفسیرِ نعیمی ۱۱ جلدیں۔

[۲] نور العرفان فی حاشیۃ القرآن۔

[۳] نعیم الباری فی انشراح البخاری۔

[۴] مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ۸ جلدیں۔

[۵] جاء الحق۔

[۶] علم المیراث۔

[۷] شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن۔

[۸] اسلامی زندگی۔

[۹] علم القرآن۔

[۱۰] دیوانِ سالک۔

[۱۱] فتاویٰ نعیمیہ۔

[۱۲] امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نظر۔

اِس مختصر رسالے میں آپ کی ایک بہت ہی نفع بخش اور نہایت گراں قدر تصنیف "مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح" کے محاسن ومظاہر اور اِس کی ظاہری وباطنی خوبیوں کو اجاگر کرنے کی ادنیٰ کاوش کی گئی ہے۔

مرآۃ المناجیح کا اجمالی تعارف:

مرآۃ المناجیح، امام ولی الدین بن عبد اللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعۂ احادیث "مشکاۃ المصابیح" کی بزبانِ اردو ایک مختصر؛ مگر جامع شرح ہے۔ یہ کتاب درحقیقت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رشحاتِ قلم سے نکلی ہوئی وہ گراں قدر تصنیف ہے، جو آپ کی جانب سے اہلِ سنت و جماعت کے عوام وخواص سب کے لیے ایک انمول ونایاب تحفہ ہے۔ یہ تحفۂ نایاب اپنے اندر علومِ قرآن اور معارفِ احادیث کا لازوال خزانہ بھی رکھتا ہے اور تواریخ وسِیَر کا آئینۂ حق بھی، اِس میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مبارک ومسعود زندگیوں کا عکس بھی ہے اور تابعینِ عظام وراوِیانِ احادیث کے حالات کا نقش بھی، اِس میں مشکل الفاظِ احادیث کی لغوی واصطلاحی تحقیق بھی ہے اور اُن کی شاندار تشریح بھی، اِس میں "لمعات التنقیح" اور "أشعة اللمعات" کا خلاصہ بھی ہے اور

"مرقات المفاتیح" کا نچوڑ بھی ، اِس میں عقائد و نظریاتِ اہلِ سنت کا اِثبات و اِظہار بھی ہے اور معتقداتِ بد مذہباں کا ردّ و اِبطال بھی ، اِس میں معمولات و مسائلِ اہلِ حق کی تائید و توثیق بھی ہے اور دلائلِ اہلِ باطل کی تضعیف و تردید بھی ، اِس میں شریعت و طریقت کے انوار بھی ہیں اور تصوف و معرفت کی جلوہ ریزیاں بھی ، اِس میں ادب و احترامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جلوے بھی ہیں اور الفت و محبت کے نغمے بھی ، اِس میں حجیتِ احادیث پر دلائل بھی ہیں اور فتنۂ انکارِ حدیث کا سدِّ باب بھی۔ غرض کہ یہ شرح بے شمار اوصاف و کمالات کی جامع ہے۔

مشکاۃ و مناجیح کی وجہِ تسمیہ:

"مشکاۃ" کا معنیٰ "طاق" ہے۔ اور "مصابیح "مصباح بمعنیٰ "چراغ" کی جمع ہے۔ مشکاۃ المصابیح کا معنیٰ ہوا "چراغوں کا طاق"۔ چوں کہ ہر حدیث، نور پہنچانے اور ہدایت دینے میں چراغ کے مانند ہے اور یہ کتاب اُن احادیث کے ملنے کی جگہ ہے ، اِس لیے امام خطیب تبریزی نے اسے "مشکاۃ المصابیح "یعنی "چراغ کے مانند روشن کرنے والی احادیث کے ملنے کی جگہ" کے نام سے موسوم فرمایا؛ لہذا یہ نام اسم با مسمّٰی ہے۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح کا نام "مرآۃ المناجیح "رکھا ہے۔ مرآۃ کا معنی ہے "آئینہ" جو طاق کے روبرو (سامنے) اِس لیے لگایا جاتا ہے کہ ہوا کو اندر جانے سے روک سکے اور مناجیح

اِنجاح بابِ افعال کے اسمِ فاعل "مُنْجِح" کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کامیاب ہونے والے۔ مرآۃ المناجیح کا معنیٰ ہوا "**کامیاب وکامران ہونے والوں کا آئینہ**" گویا کہ مفتی صاحب قبلہ نے یہ نام تجویز فرما کر جہاں ایک طرف منکرینِ احادیث کے اعتراضات دفع فرمائے ہیں؛ کیوں کہ آئینہ وشیشہ چراغ سے ہوا کو دفع کرکے اس کی حفاظت کرتا ہے، وہیں دوسری طرف یہ اشارہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب، مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث دیکھنے کا آلہ وآئینہ ہے، جو بھی خوش نصیب اِس آئینے میں مشکاۃ کی حدیثوں کا دیدار کرے گا اُسے علمی ادراک حاصل ہوگا اور پھر وہ کامیابی سے شادکام ہوگا؛ لہٰذا یہ نام بھی اسم بامسمّٰی ہے۔

شرح کی کامیابی کا راز:

یقیناً "مشکاۃ المصابیح" کی اردو شرح "مرآۃ المناجیح" میں احادیثِ رسول اکرم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی ترجمہ نگاری اور اُن کی توضیح وتشریح میں قارئینِ کرام کے لیے جو کیف ولذت مستور ہے، اُن کا حقیقی لطف اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ حضورِ قلب اور اکتسابِ فیض کے ارادے سے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ بلا شبہ اِس مختصر وجامع شرح میں یقین کی پختگی، روح کی بالیدگی، فکر کی شستگی، جسم کی عافیت اور ایمان کی ترقی کا سامان موجود ہے۔ ایسا بھلا کیوں نہ ہو جب کہ یہ حقیقت ہے کہ:

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے		پر نہیں، قوتِ پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیسے جذبۂ خیر خواہی اور کس قدر

خلوص وللّٰہیت کے ساتھ یہ عظیم الشان شرح تحریر فرمائی ہے، اُس کا اندازہ اِس کی آفاقی شہرت سے لگایا جا سکتا ہے، درج ذیل اقتباس سے بھی شارح علیہ الرحمہ کے خلوصِ نیت کا پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں:

عرصہ سے خیال تھا کہ مشکاۃ شریف جو فنِّ حدیث میں درسِ نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتبِ احادیث کی جامع۔ جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب وعجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے اور عربی، فارسی، اردو زبانوں میں اِس کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں، اِس کی اردو میں ایسی شرح لکھوں جو طلبا، علما، عوام المسلمین کو یکساں مفید ہو اور جس میں نئے مذاہب اور اُن کے احادیث پر نئے نئے اعتراضات کے جوابات بھی ہوں؛ کیوں کہ مرقات اور لمعات والوں کے زمانہ میں دنیا کا اور رنگ تھا، انھوں نے اُس وقت کی ضروریات کے لحاظ سے شرحیں لکھیں، نیز ہمارے عوام عربی، فارسی سے واقف نہ ہونے کی بنا پر، ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اب دور کچھ اور ہے، ہوا کا رخ دگر گوں ہے، اس میں اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے، مگر اس بڑے کام کی ہمت نہیں پڑتی تھی، کہ ایک بار سرگودھا میں حضرت صاحب زادہ والا شان سلالہ خاندان صاحب زادہ فیض الحسن زیب سجادہ آلومہار شریف نے مجھے پرزور حکم دیا کہ

"زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں، مشکاۃ شریف کی اردو میں شرح لکھ جائیے"!

اس ارشاد گرامی نے دل میں جوش تو پیدا کیا، لیکن حالات کی ناموافقت اور اسباب کے فقدان کی وجہ سے عرصہ تک پس و پیش ہی کرتا رہا کہ ایک روز اچانک

میرے دلی دوست حکیم سردار علی صاحب ولد چودھری میراں بخش صاحب مہاجر مشرقی پنجاب ضلع امرت سر مقیم گجرات نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ:

''مشکاۃ شریف کی اردو شرح کی سخت ضرورت ہے''

ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ:

''عربی میں متن میں نقل کروں گا''

اس سے کچھ میری ہمت بڑھی، مگر پھر بھی شروح کا دیکھنا اور خود لکھنا بھاری کام تھا، میرے لختِ جگر، نورِ بصر مفتی محمد مختار خان عرف محمد میاں سلمہ اللہ نے کہا کہ:

''بولتے آپ جائیے! لکھوں گا میں''

تب میں سمجھا کہ یہ سرکاری انتظامات ہیں، جو اِن پیاروں کے منہ سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں، اللہ پر توکل کیا اور چوبِ قلم ہاتھ میں لی۔ یقین مانیے، میں اس بڑے کام کا اہل نہیں، کہاں مجھ جیسا مجہول انسان، کہاں اُس افصح الفصحا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان، مجھے اُس پاک آستانے سے نسبت نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، دیباچہ ج ا ص:۲۵)

شرحِ احادیث کے لیے لازمی علوم:

یہ حقیقت بھی قارئینِ کرام کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ احادیثِ کریمہ کی توضیح وتشریح کرنے یا اُن پر حاشیہ نگاری کے لیے مندرجہ ذیل علوم وفنون میں متبحر ہونا لازم ہے:

(۱) علمِ فقہ۔

(۲) علمِ اصولِ فقہ۔

(۳) علمِ حدیث

(۴) علمِ اصول حدیث۔

(۵) علمِ تفسیر۔

(۶) علمِ اصولِ تفسیر۔

(۷) علمِ کلام۔

(۸) علمِ بیان۔

(۹) علمِ معانی۔

(۱۰) علمِ بدیع۔

(۱۱) علمِ منطِق ۔

(۱۲) علمِ مختلف الحدیث۔

(۱۳) علمِ جرح وتعدیل۔

(۱۴) علمِ اسماے رجال۔

(۱۵) علمِ ناسخ ومنسوخ۔

(۱۶) علمِ صرف۔

(۱۷) علمِ نحو۔

(۱۸) علمِ ادب

(۱۹) علمِ تاریخ۔ وغیرہ

اِن علوم و فنون میں کمال، تبحرِ علمی، زبان و بیان پر قدرتِ کاملہ نیز خلوص و جذبۂ دروں انتہائی لازمی امور ہیں، اِن کے بغیر آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات کی نہ ہی درست و مناسب توضیح و تشریح کی جاسکتی ہے، نہ ہی اُن پر سودمند حواشی تحریر کیے جاسکتے ہیں۔ جو مترجمین، شارحین اور حاشیہ نگار حضرات اِن اوصاف سے عاری ہوتے ہیں وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چوں کہ مذکورہ بالا علوم و فنون میں رسوخ و کمال رکھنے کے ساتھ اخلاص و للاہیت اور جذبۂ دروں سے بھی مالا مال تھے، جیسا کہ مذکورہ اقتباس کے حوالے سے گزرا، اِس لیے مشکاۃ المصابیح کی توضیح و تشریح میں آپ صد فی صد کامیاب نظر آتے ہیں۔

شرح کا اجمالی خاکہ:

شرح کی آٹھوں جلدوں کا ایک اجمالی خاکہ ذہن نشین فرمالیں، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اِن کی کچھ خصوصیات گوش گزار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۱) جلدِ اوّل **آغاز:** کتاب الایمان مع خطبۃ الکتاب۔ **کُتُب:** کتاب الایمان ، کتاب العلم ، کتاب الطہارۃ ، کتاب الصلاۃ سے چھ ابواب۔ **کل ابواب:** ۲۵۔

اختتام: باب الستر من کتاب الصلاۃ۔ **صفحات:** ۴۵۵۔

(۲) جلدِ دوم آغاز: باب السترۃ من باب فضائل الصلاۃ۔ **کتب:** کتاب الصلاۃ کا اکثر حصہ، کتاب الجنائز کامل۔ **کل ابواب:** ۵۲۔ **اختتام:** باب زیارۃ القبور من کتاب الجنائز۔ **صفحات:** ۵۲۳۔

(۳) جلدِ سوم آغاز: کتاب الزکاۃ۔ **کتب:** کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم، کتاب فضائل القرآن، کتاب الدعوات، کتاب اسمآء اللہ تعالیٰ سے تین ابواب۔ **کل ابواب:** ۲۴۔ **اختتام:** باب فی سعۃ رحمۃ من کتاب اسمآء اللہ تعالیٰ۔ **صفحات:** ۴۱۶۔

(۴) جلدِ چہارم آغاز: باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام من کتاب اسمآء اللہ تعالیٰ۔ **کتب:** کتاب اسمآء اللہ تبارک وتعالیٰ، کتاب المناسک، کتاب البیوع۔ **کل ابواب:** ۳۹۔ **اختتام:** باب الوصایا۔ **صفحات:** ۴۰۰۔

(۵) جلدِ پنجم آغاز : کتاب النکاح۔ **کتب:** کتاب النکاح، کتاب القصاص، کتاب الحدود، کتاب الامارۃ والقضا، کتاب الجہاد، کتاب العتق، کتاب الصید والذبائح۔ **کل ابواب:** ۴۸۔ **اختتام:** باب ما یحل اکلہ و ما یحرم من کتاب الصید والذبائح۔ **صفحات:** ۷۰۰۔

(۶) جلدِ ششم آغاز: باب العقیقۃ من کتاب الصید والذبائح۔ **کتب :** کتاب الاطعمۃ، کتاب اللباس، کتاب الطب والرقی، کتاب الرؤیا، کتاب الآداب۔ **ابواب** : ۳۴۔ **اختتام:** باب الامر بالمعروف من کتاب الآداب۔ **صفحات:** ۶۸۸۔

(۷)جلدِ ہفتم **آغاز:** کتاب الرقاق۔**کتب:** کتاب الرِّقاق اور کتاب الفتن۔

ابواب: ۲۴۔**اختتام:** باب بدأ الخلق و ذکر الأنبیاء علیہم السلام ۔**صفحات:** ۶۲۴۔

(۸)جلدِ ہشتم **آغاز:** باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ابواب: ۲۵۔**اختتام:** باب ثواب ھٰذہ الأمۃ۔**صفحات:** ۶۱۲۔

یہ تھا اِس مفید ونافع شرح کا اجمالی خاکہ۔مجلدات وصفحات کی تعداد دیکھ کر آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ حضرتِ شارح علیہ الرحمہ نے احادیثِ مشکاۃ کی توضیح و تشریح میں کتنی عرق ریزی وشب خیزی سے کام لیا ہے، اب ذیل میں شرح کی خوبیوں کو کچھ نماذج وشواہد سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان فی کل آن۔

ترجمۂ احادیث کی خوبیاں:

ترجمہ نگاری ایک مشکل کام ہے،کیوں کہ ترجمہ یہ نہیں کہ کسی لفظ کا صرف لغوی معنیٰ بیان کردیا جائے ،اوربس؛ بلکہ ترجمہ نگاری کی حقیقت یہ ہے کہ ایک زبان کے مواقعِ اطلاقات،محاورات،استعارات اورتشبیہات پر گہری نظر رکھتے ہوئے،اُس کا درست ومناسب مفہوم متعین کرکے،اُسے دوسری زبان کے محاورات،استعارات اورتشبیہات میں پوری دیانت داری کے ساتھ منتقل کیا جائے ،بلکہ اگر یوں کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ:

"ترجمہ نگاری دراصل ایک زبان کی روح کو دوسری زبان کے قالب

میں ڈال دینے کا نام ہے“

اِس میدان میں گویا سبقت وہی شخص لے جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ دونوں زبانوں کے ادب سے مکمل واقفیت رکھتا ہو؛ بلکہ ذوقِ سلیم کا حامل بھی ہو۔کسی بھی زبان کا ترجمہ کرنے کے لیے اِن دونوں خوبیوں کا جامع ہونا نہایت ضروری ہے۔کسی ایک صفت کا فقدان بھی، مترجم (ترجمہ کرنے والے) کو ناکام و نامراد بنا دیتا ہے۔آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ کی ترجمہ نگاری کے لیے توحید و رسالت کے آداب اور ان کی نزاکتوں سے مکمل آگہی بھی ضروری ہے، معمولی سی غفلت و لا پرواہی بھی ہلاکت خیز ثابت ہو سکتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے مجمع البحرین بنایا تھا، اِس لیے آپ نے ٹھوکر کھائے بغیر، ترجمہ نگاری کا حق ادا کر دیا۔آپ کا ترجمہ بجا طور پر مطلوبہ تمام خوبیوں کا جامع ہے، چند نمونے ملاحظہ فرمائیں!

(۱) عن ابی هريرة قال:قال رسول الله ﷺ:احتج آدم و موسىٰ عند ربهما فحج آدم موسىٰ ۔ قال موسىٰ :انت آدم الذى خلقك الله بيده و نفخ فيك من روحه و اسجد لك ملئكته و اسكنك فى جنته ثم أهبطت الناس بخطيئتك الى الأرض!

قال آدم:انت موسىٰ الذى اصطفاك الله برسالته و بكلامه و

أعطاك الألواح ، فيها تبيان كل شئ وقربك نجيا، فبكم وجدت الله كتب التورٰية قبل أن أخلق ؟قال موسىٰ :بأربعين عاما ،قال آدم :فهل وجدت فيها ”وعصىٰ آدم ربه فغوىٰ “؟قال:نعم ،قال:أفتلومنى علىٰ أن عملت عملا كتبه الله علىَّ أن أعمله قبل أن يخلقنى بأربعين سنة ؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فحج آدم موسىٰ ـ رواه مسلم۔

(مشکاۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر، ص:۱۹؍۲۰)

ترجمہ : روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے: حضرت آدم وموسیٰ (علیہما السلام) نے اپنے رب کے نزدیک مناظرہ کیا، تو حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا : کہ آپ وہ آدم ہیں جنھیں اللہ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، آپ کو جنت میں رکھا، پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا؟

حضرت آدم نے فرمایا: کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنھیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے لیے چنا اور آپ کو تختیاں بخشیں، جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور آپ کو خصوصی ہم کلامی سے قرب بخشا،، فرمائیے! کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنے سال پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: چالیس سال پہلے، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا

کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے، فرمایا : ہاں، آپ نے فرمایا: تو کیا (آپ) اُس لغزش پر ملامت کرتے ہیں جس کا کرلینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جاچکا تھا، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرتِ موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے۔(مرآۃ المناجیح، ج:۱،ص:۹۶)

(۲) عن سعد بن ابی وقاص ،قال:خرجنا مع رسول الله ﷺ من مكة نريد المدينة ۔ فلما كنا قريبا من عزوراء نزل ثم رفع يديه فدعا الله ساعة ثم خرّ ساجدا فمكث طويلا ثم قام فرفع يديه ساعة ثم خرّ ساجدا فمكث طويلا ثم قال فرفع يديه ساعة ثم خرّ ساجدا ، قال:انّي سئلت ربي و شفعت لأمتي فأعطاني ثلث أمتي فخررت ساجدا لربي شكرا ثم رفعت رأسي فسئلت ربي لأمتي فأعطاني ثلث أمتي فخررت ساجدا لأمتي شكرا ثم رفعت رأسي فسئلت ربي لأمتي فأعطاني الثلث الآخر فخررت ساجدا لربي شكرا ۔ رواه أحمد و ابو داود۔
(مشکاۃ المصابیح، باب فی سجود الشکر، ص:۱۳۱)

ترجمہ: روایت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص سے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکۂ معظّمہ سے چلے، مدینۂ پاک کا ارادہ کرتے تھے، جب ہم عزوراء کے قریب پہنچے، توحضور اترے، پھر اپنے ہاتھ اٹھائے، ایک گھڑی اللہ سے دعا مانگی، پھر سجدے میں گرے، اس میں بہت ٹھہرے، پھر اٹھے تو ایک گھڑی اپنے

ہاتھ اٹھائے رہے، پھر سجدے میں گرے، وہاں بہت ٹھہرے، پھر اٹھے، ایک گھڑی اپنے ہاتھ اٹھائے، پھر سجدے میں گرے، فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا اور شفاعت کی، رب نے مجھے تہائی امت دے دی، میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا، پھر میں نے اپنا سر اٹھایا، اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا، مجھے تہائی امت دے دی، میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا، پھر میں نے اپنا سر اٹھایا، اپنے رب سے اپنی امت کے لیے سوال کیا، اُس نے مجھے آخری تہائی بھی دے دی، تو میں رب کا شکر کرتے سجدے میں گر گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج:۲،ص:۳۸۱/ ۳۸۲)

(۳) عن عائشة قالت :كان فی بریرة ثلٰث سنن، احدیٰ السنن انها عتقت فخیرت فی زوجها و قال رسول الله ﷺ الولآء لمن اعتق ، و دخل رسول الله ﷺ والبرمة تفور بلحم فقرب الیه خبز و أدم من ادم البیت فقال:ألم أر برمة فیها لحم ؟ قالوا:بلیٰ و لٰكن ذٰلك لحم تصدق به علیٰ بریرة و أنت لا تأكل الصدقة .قال:هو علیها صدقة و لنا هدیة -

(مشکاۃ المصابیح، باب من لاتحل لہ الصدقۃ ص:۱۶۱)

ترجمہ: روایت ہے حضرتِ عائشہ سے، فرماتی ہیں: کہ حضرتِ بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے، ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں، تو انھیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ ولا آزاد کرنے والے کے لیے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے اُبل رہی تھی، آپ کی

خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا، تو فرمایا: کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی؟، لوگوں نے عرض کیا: ہاں! لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور حضور! آپ صدقہ تو کھاتے نہیں۔ تو فرمایا: وہ اُن پر صدقہ ہے، ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج: ۳، ص: ۶۱)

(۴) عن ابن عمر انّ رسول الله ﷺ كان اذا استوىٰ علىٰ بعيره خارجا الىٰ السفر كبر ثلثا ثم قال: سبحان الذى سخر لنا هٰذا و ما كنا له مقرنين و انا الىٰ ربنا لمنقلبون۔ اللهم انا نسئلك فى سفرنا هٰذا البرَّ والتقوىٰ ومن العمل ما ترضى۔ اللهم هون علينا سفرنا هٰذا و اطوِ لنا بُعده۔ اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفة فى الأهل۔ اللهم انى اعوذ بك من وعثاء السفر و كآبة المنظر و سوء المنقلب فى المال والأهل۔ و اذا رجع قالهن و زاد فيهن آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔ رواه مسلم۔

(مشکاۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقات، ص: ۲۱۳)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عمر سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو نکلتے ہوئے اونٹ پر سوا ہو جاتے تو تین بار تکبیر کہتے، پھر یہ فرماتے: پاک ہے وہ اللہ جس نے اِسے ہمارا تابع کر دیا، ہم اسے مطیع نہ کر سکتے تھے، اور ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں، الٰہی! ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی، پرہیز گاری، اور تیرے پسندیدہ عمل کی توفیق مانگتے ہیں، اے اللہ! ہم پر اِس سفر کو آسان فرما دے اور اِس کی درازی سمیٹ لے، اے اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے، اور گھر بار میں والی ہے

،اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقتوں سے اور برے انتظار سے اور بری واپسی سے مال اور گھر بار میں، جب واپس ہوتے تو بھی یہی فرماتے۔ ان کلمات میں سے اور بڑھا دیتے ''ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے اور رب کے ثنا گو ہیں''۔

(مرآۃ المناجیح ج:۴،ص:۳۳، ۳۴)

(۵) عن عبد اللہ بن مسعود قال:قال رسول اللہ ﷺ :یا معشر الشباب ! من استطاع منکم الباٰ ءۃ فلیتزوج فانہ أغض للبصر و أحصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء، متفق علیہ- مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح ص:۲۶۷)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے، وہ ضرور نکاح کرے، کیوں کہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرم گاہ کا محافظ، اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے، کہ یہ روزے اُس کی حفاظت ہیں۔

(مرآۃ المناجیح ج:۵،ص:۳)

مندرجہ بالا پانچوں نمونوں کو گہرائی سے ملاحظہ کرنے اور دیگر مقامات کا گیرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد، ترجمۂ مرآۃ المناجیح کی یہ خوبیاں سامنے آئیں:

(۱) متونِ احادیث میں جس قدر جامعیت اور جملوں کی ترکیب وترتیب میں جیسا نظم وضبط پایا جاتا ہے، اردو ترجمے میں بھی اُس جامعیت، جمالِ ترتیب اور حسنِ نظم کا خیال رکھا گیا ہے۔

(۲) ترجمہ میں افعال کے جملہ متعلقات وصلات کا بھر پور لحاظ رکھا گیا ہے اور اُن کے مقام پر اردو کے مناسب متعلقات وصلات کا پورا استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) ترجمہ نگاری میں کسی قسم کا اِغلاق یا پیچیدگی نہیں ہے، کسی بھی مقام پر فصاحت وبلاغت کا خون نہیں ہونے پایا، بلکہ ہر جگہ سلاست وروانی اپنی جلوے بکھیر رہی ہے۔

(۴) اُس دور کی اردو زبان کی ساخت کے لحاظ سے جس لفظ یا جملے کا پہلے آنا مناسب تھا، اُسے پہلے اور جس کا بعد میں آنا لائق تھا، اُسے بعد میں لایا گیا ہے۔ مشکل اور سخت قسم کی ترکیبوں سے مکمل گریز کیا گیا ہے۔

(۵) ترجمے میں جچے تلے الفاظ ہی استعمال کیے گئے ہیں۔ ضرورت ومقصد سے زائد الفاظ سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے۔

(۶) ترجمے میں نحوی وصرفی اُصول وضوابط کو بھی مدِّ نظر رکھا گیا ہے۔

(۷) بدمذہبوں کی جانب سے، جن مقامات پر شکوک وشبہات پیدا کیے جاسکتے تھے، یا کسی باطل عقیدے کو ثابت کیے جانے کا امکان تھا، ترجمے ہی میں اُسے دفع کر دیا گیا ہے، اور یہ، حضرتِ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا وہ طرۂ امتیاز تھا، جو بہت کم علما کو نصیب ہوا۔

(۸) ترجمہ نگاری کے وقت عربی اور اردو، دونوں زبانوں کی ساخت، اندازِ گفتگو اور طرزِ کلام کو سامنے رکھا گیا ہے۔

(۹) ترجمے کا اسلوب، ایسا صاف، شستہ، رواں اور جاذب ہے کہ پڑھتے ہی

مضامین ومعانی ذہن نشیں ہوجاتے ہیں۔ترجمہ حل کرنے کے لیے کسی لغت کی حاجت نہیں پیش آتی۔یہ،ترجمہ نگاری کا بہت بڑا کمال ہے، ورنہ عام مترجمین کا حال یہ ہے کہ اردو ترجمہ میں اِس قدر کثرت کے ساتھ عربی و فارسی یا انگلش کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ قارئین حلِّ لغات ہی میں الجھ جاتے ہیں،جس کے سبب مطلوب تک رسائی بمشکل ہو پاتی ہے۔اِسے ترجمہ نگاری کا بڑا عیب شمار کیا جاتا ہے۔جس زبان میں ترجمہ کیا جائے،خالص اُسی زبان کے الفاظ استعمال کیے جائیں، نہ کہ گاڑھے قسم کے الفاظ لاکر اپنی صلاحیت کالوہا منوانے کی سعیِ نامشکور کی جائے۔

(۱۰) ترجمۂ احادیث ''گہری نظر، بیدار مغزی، حاضر دماغی اور پوری مستعدی'' کے ساتھ کیا گیا ہے۔الفاظ کے پردے میں چھپے تہہ دار جلوہ ہائے معانی بھی اجاگر کیے گئے ہیں اور الفاظ کی پشت سے جھانکنے والے مفاہیم و اِشارے بھی ترجمہ میں واضح کیے گئے ہیں۔

(۱۱) ترجمے میں اعتدال سے کام لیا گیا ہے،احادیث کی خارجی وداخلی لطافتوں کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے،اور مقفع و مسجع عبارات لاکر ترجمے کے حسن وجمال کو خراب نہیں کیا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ''مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح'' میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے، اردو زبان میں احادیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہایت شاندار ترجمہ رقم فرمایا ہے۔ترجمے کے تمام مبادیات وشرائط کا بھرپور

خیال رکھا ہے، یعنی بطورِ مترجم آپ نے بڑی دیانت داری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

شرحِ احادیث کے کمالات:

مرآۃ المناجیح کے مطالعے سے اگرایک طرف احادیثِ مبارکہ کے مضامین ومعانی دل نشیں ہوتے ہیں تو دوسری طرف توحید ورسالت، حشر ونشر، جنت و دوزخ ،حساب وکتاب وغیرہا سے متعلق عقائدِ اہل سنت بھی جاں گزیں ہوتے ہیں۔ اگرایک جانب معمولات و مسائلِ شرعیہ سے آگہی ہوتی ہے تو دوسری جانب اَحکامِ فقہیہ و معاملاتِ فرعیہ سے شناسائی ہوتی ہے۔ اگرایک جہت سے مسلکِ حق کے تائیدی دلائل کا پتہ چلتا ہے تو دوسری جہت سے اہلِ باطل کے افکارِ فاسدہ اور خیالاتِ کاسدہ کی قلعی کھلتی نظر آتی ہے۔ غرض کہ اِس میں وہ سب کچھ ہے جوایک قابلِ اعتماد شرح میں ہونا چاہیے۔ مندرجہ ذیل نمونہ دعویٰ مذکور کی روشن دلیل ہے:

عن أنس قال :قال رسول الله ﷺ انَّ العبد اِذا وضع فی قبرہ تولی عنہ أصحابه انه لیسمع قرع نعالھم...

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی لوٹتے ہیں، تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے...

شرح: اِس سے دومسئلے معلوم ہوئے:

(۱) ایک یہ کہ مُردے سنتے ہیں، مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث

سے ثابت ہے۔ حضرتِ شعیب و حضرتِ صالح علیہما السلام نے عذاب یافتہ قوموں کی نعشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا: "وقال يٰقوم لقد أبلغتكم رسالة ربي" (۷۹/۷)[ترجمہ: اور کہا: اے میری قوم! بے شک میں نے تمھیں اپنے رب کی رسالت پہونچا دی۔ کنز الایمان] رب فرماتا ہے: "واسئل من أرسلنا قبلك من رسلنا" (۴۵/۴۳)[ترجمہ: اور اُن سے پوچھو! جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ کنز الایمان] یعنی اے محبوب! پچھلے پیغمبروں سے پوچھو! بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا "ثم ادعهم يأتينك سعيا" (۲۶۰/۲)[ترجمہ: پھر انھیں بلاوہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔ کنز الایمان] کٹے ہوئے جانوروں کو پکارو دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ یہ حدیث سماعِ موتٰی کے لیے نصّ صریح ہے، ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر اُن سے کلام کیا۔

خیال رہے کہ مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے، اِس لیے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو، حالاں کہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟، جن آیتوں میں سماعِ موتٰی کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں، اور سننے سے مراد "قبول کرنا" ہے، اسی لیے جہاں قرآن نے یہ فرمایا: "انك لا تسمع الموتىٰ" (۸۰/۲۷)[ترجمہ: بے شک تمھارے سنائے نہیں سنتے مردے۔ کنز الایمان] وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمایا: "ان تسمع الا من يؤمن بآياتنا" (۸۱/۸۷)[تمھارے

سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ کنز الایمان] جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے۔

(صاحبِ) مرقات (حضرتِ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ) نے یہاں فرمایا: کہ میت (مردہ) اپنے دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا، پہچانتا ہے۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گنبدِ خضراء میں حضرتِ عمر (فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں، اور فرماتی تھیں کہ میں عمر سے حیا کرتی ہوں۔ معلوم ہوا کہ میت دیکھتی بھی ہے۔ امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا؛ بلکہ سننے کی نوعیت (وکیفیت) میں (توقف کیا ہے)، جیسا کہ اسی مرقات میں ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بعدِ موت قوّتیں بڑھ جاتی ہیں کہ (میت) ہزارہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود لوگوں کے جوتے کی آہٹ سن لیتی ہے۔ تو جو انبیا اور اولیا زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعدِ وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے۔

أتاہ ملکان فیقعدانہ...

ترجمہ: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں...

شرح: اِس عبارت سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(۱) ایک یہ کہ حسابِ قبر سب لوگوں کے لوٹ آنے کے بعد شروع ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص قبر پر ہی رہے، تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میت سے حساب نہ ہوگا، اِسی لیے بعض لوگ، بعدِ دفن جمعہ کی شب تک، قبر پر حافظِ قرآن بٹھا لیتے ہیں کہ شاید ان کی موجودگی کی وجہ سے حساب اور تلاوتِ قرآن کی برکت سے عذاب نہ ہو۔

(۲) دوسرا یہ کہ منکر نکیر فرشتوں میں یہ طاقت ہے کہ بیک وقت ہزاروں جگہ جاسکتے ہیں۔ ہزارہا قبروں میں ایک آن میں موجود ہو کر سب مردوں سے حساب کر لیتے ہیں۔ اِسی کو "حاضر و ناظر" کہا جاتا ہے، لہٰذا اگر انبیا و اولیا بیک وقت چند جگہ موجود ہوں تو کوئی قباحت نہیں اور نہ یہ عقیدہ شرک ہے۔

خیال رہے کہ منکر نکیر مردے میں روح ڈالتے ہیں، جس سے وہ زندہ ہو کر بیٹھتا ہے اور کلام کرتا ہے؛ مگر یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہوسکتی، اور جنھیں جلا دیا گیا، شیر کھا گیا، اُن کے اجزاے اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور اس سے حساب ہو جاتا ہے۔ حدیثِ شریف میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، ماں کے پیٹ میں فرشتہ بچہ بنا جاتا ہے، تقدیر لکھ جاتا ہے، ماں کو خبر نہیں ہوتی۔ عالمِ امر کی چیزیں ان آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔

فیقولان ما کنت تقول فی ھٰذا الرجل لمحمد...

ترجمہ : پھر کہتے ہیں: کہ تو اِن صاحب کے متعلق کیا کہتا تھا یعنی محمد...

شرح: یہ ھٰذا الرجل کی تفسیر ہے، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود

فرمائی، کسی راوی کی تفسیر نہیں، ورنہ وہ رسول اللہ یا، نبی اللہ فرماتے، اِس سے چند مسئلے معلوم ہوئے :

(۱) ایک یہ کہ حسابِ قبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں لیا گیا، کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی پہچان کا حساب ہے، پھر آپ سے کیسے ہوتا؟۔

(۲) دوسرے یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرائی جاتی ہے، جیسا کہ "ھٰذا" سے معلوم ہوا۔ (کیوں کہ) ھٰذا وہاں بولتے ہیں جہاں چیز نظر بھی آرہی ہو اور قریب بھی ہو۔

(۳) تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں، یا سب کو بیک وقت نظر آسکتے ہیں، جیسے سورج کی شعائیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور (وہ) بیک وقت خود ہر جگہ نظر آتا ہے، اِس سے حاضر وناظر کا مسئلہ حل ہوا۔

(۴) چوتھے یہ کہ فرشتے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فوٹو کی، کیوں کہ فوٹو نہ "رجل" ہے، نہ اس فوٹو کا نام "محمد" ہے، نہ وہ فوٹو "نبی" ہے۔ جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے، ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بتانا بھی شرک ہے ۔عشاق اس دیدارِ قبر کی بنا پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو "عرس" کہا جاتا ہے، یعنی برات کا دن یا دولہا کی دید کا اور عید کا دن۔

فأما المؤمن فيقول: أشهد أنه عبد الله و رسوله ..

ترجمہ : تو مومن کہہ دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور

اُس کے رسول ہیں ...

شرح : یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا، اُس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، (وہ) نورِ ایمانی سے پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے کہ یہی وہ ہیں جن کا میں نے کلمہ پڑھا تھا۔ بعض عشاق کہہ بیٹھتے ہیں کہ میں نے عمر بھر ان کو رسول مانا اب ان سے پوچھو! مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں، جیسا کہ بعض صوفیا کے کشف سے ثابت ہے۔

فیقول: انظر الیٰ مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة۔

ترجمہ: تب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ جسے اللہ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا...

شرح: اللہ نے ہر بندے کے دو ٹھکانے رکھے ہیں، ایک جنت میں، ایک دوزخ میں، کافر اپنے ٹھکانے پر قبضہ کرتا ہے اور مومن کے دوزخی ٹھکانے پر بھی اور مومن جنت میں اپنا اور کافر کا جنتی ٹھکانہ سنبھالتا ہے، رب فرماتا ہے: "واورثنا الأرض" (۳۹/۷۴) [ترجمہ: اور ہمیں اُس زمین کا وارث کیا۔ کنز الایمان] وہی اس حدیث کا مقصد ہے۔ یہاں اگر تو جنابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانتا تو دوزخ میں یہاں رہتا، یہ اس لیے کہا جاتا ہے؛ تا کہ مومن کی خوشی دوبالا ہو جائے۔

فیراھما جمیعا... ترجمہ : تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے ...

شرح: یعنی میت اپنی قبر میں سے جنت اور دوزخ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے،

حالاں کہ یہ دونوں اس کی قبر سے کروڑوں (بلکہ ملین بلین) میل دور ہیں، جب مردے کی دور بینی کا یہ عالم ہے تو اگر وہ ساری زمین یا زمین والوں کو دیکھے تو کیا بعید ہے؟ آج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر امتی کے ہر حال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی ہر بات سن رہے ہیں، اسی لیے ہر نمازی اپنی جگہ سے انھیں نماز میں سلام کرتا ہے ''السلام علیك ایھا النبی''۔

واما المنافق والکافر فیقال لہ ما کنت تقول فی ھٰذاالرجل فیقول لا أدری کنت أقول ما یقول الناس...

ترجمہ: لیکن منافق اور کافر، ان سے کہا جاتا ہے کہ ان صاحب (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، جو لوگ کہتے تھے وہ ہی میں کہتا تھا...

شرح: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں اشارۂ حسیہ ہوتا ہے، نہ کہ عقلیہ اور وہمیہ۔ یعنی فرشتے جمالِ محمدی دکھا کر پوچھتے ہیں۔ محض ذہنی اور وہمی چیز کی طرف اشارہ نہیں کرتے؛ کیوں کہ کافر حضور سے خالی الذہن ہے، اگر اس کے سامنے جمالِ محمدی نہ ہوتا تو وہ تعجب سے کہتا کسے پوچھتے ہو؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں، یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی ایسی قوی دلیل ہے، کہ منکرین سے ان شاء اللہ اس کا جواب نہ بنے گا، سورج بیک وقت لاکھوں آئینوں میں جلوہ گری کرسکتا ہے۔ تو نبوت کا سورج بھی لاکھوں قبروں کو بیک وقت چمکا سکتا ہے۔

فیقال لہ: لا دریت ولا تلیت۔

ترجمہ : تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پہچانا اور قرآن نہ پڑھا۔۔۔

شرح :تلیت اصل میں "تلوت" تھا "دریت" کی وجہ سے اس کی "وٗ" بھی "ی" سے بدل گئی ، یعنی ان کی نبوت پر تو عقلی دلائل بھی قائم تھے ، ان کے معجزات وغیرہ ، اور نقلی دلائل بھی ، آیاتِ قرآنیہ۔ تو نے زندگی میں نہ تو انھیں عقل سے پہچانا ، نہ قرآن کے ذریعے مانا ، نہ علما کی پیروی کی۔ ظاہر یہ ہے کہ گفتگو سارے ہی کافروں اور منافقوں سے ہے، اس میں کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین۔ (متفق علیہ، ولفظہ للبخاری۔ مشکاۃ المصابیح ص: ۲۴/۲۵)

ترجمہ: اور لوہے کے ہتھوڑوں سے مار ماری جاتی ہے، جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سوائے جن وانس تمام قریبی چیزیں سنتی ہیں۔

شرح: یعنی چوں کہ جن وانس ایمان اور شرعی احکام کے مکلف ہیں ، اور ایمان بالغیب چاہیے۔ اس لیے قبر کا عذاب اور کافر مردے کی چیخ وپکار ان دونوں سے مخفی رکھی گئی ؛ تا کہ یہ غیب شہادت نہ بن جائے۔ ان کے علاوہ باقی قریبی حیوانات ، بلکہ درخت و پتھر وغیرہ بھی یہ آواز سنتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر قبر میں سوال جواب کرنے والے دو فرشتے جاتے ہیں ؛ تا کہ یہ گواہ بھی بن جائیں ، مگر ہتھوڑوں سے مارنے والے دوسرے فرشتے۔ (مرآۃ المناجیح ج :۱،ص:۱۲۹/۱۳۰)

بغرضِ سہولت الفاظِ حدیث کو بمطابقِ شرح ،متعدد ٹکڑوں میں ذکر کیا گیا ہے؛ تا کہ ہر قطعے کی تشریح وتوضیح نظروں کے سامنے ہو اور شرح میں موجود مباحثِ جلیلہ ،معانی جلیہ اور مضامینِ عالیہ بعد از مطالعہ بحسن وخوبی ذہن نشیں ہوسکیں اور قارئین کے قلوب واذہان لذت وسرور محسوس کرسکیں۔

شرحِ حدیث کے یہ مختصر؛ مگر معنی خیز جملے،علمِ حدیث میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے کمال ورسوخ کی واضح دلیل ہیں ، اِن تشریحی کلماتِ جلیلہ کے صاف و شفاش پردوں پر،علومِ عقلیہ ونقلیہ میں مصنف علیہ الرحمہ کی جلالتِ شان ورفعتِ مکان کا عکسِ جمیل نظر آرہا ہے، اِن علمی جلوہ ریزیوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد" مرآۃ المناجیح " کی درج ذیل خوبیاں آشکارا ہوئیں:

(۱) حدیث کے ہر ہر ٹکڑے کی شرح سے علم وادب اور عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوش بو پھوٹ پھوٹ کر، ہر صاحبِ ایمان کے جسم وروح کو معطر کر رہی ہے۔

(۲) مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کے عقائدِ حقہ مثلاً سماعِ موتیٰ ،علمِ غیب ، صحتِ ایصالِ ثواب ، اِثباتِ عذابِ قبر، سوالاتِ نکیرین ، مسئلۂ حاضر و ناظر وغیرہ کا بدلائلِ قاطعہ وبراہینِ ساطعہ اثبات واظہار کیا گیا ہے۔

(۳) اثباتِ مدعیٰ کے لیے نقلی وعقلی دلائل کا سہارا لیا گیا ہے اور اسے حسی مثالوں سے مزین ومؤید کیا گیا ہے۔

(۴) کم الفاظ میں کثیر معانی کو اِس طرح جمع کر دیا گیا ہے کہ گویا کوزہ میں دریا سمٹ کر آ گیا ہو۔

(۵) اہلِ باطل بالخصوص دیابنہ و ہابیہ کے رد و ابطال میں نہایت شائستہ و مہذب زبان استعمال کی گئی ہے، صرف یہیں نہیں؛ بلکہ پوری شرح میں کہیں بھی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے غیر مہذب یا بازاری قسم کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ گالی گلوج سے مکمل گریز فرمایا ہے؛ بلکہ اپنی پوری توجہ اثباتِ مدعی پر مرکوز فرمائی ہے، حتی کہ بہت سے مقام پر اہلِ باطل کا نام تک نہ لیا، یہ آپ کی علمیت و ہمہ دانی کی ٹھوس دلیل ہے، کیوں کہ جن کے پاس اثباتِ مدعی کے لیے دلائل نہیں ہوتے وہ گالی نامہ لکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔

(۶) مسائلِ فقہیہ کے استنباط و استخراج میں مجتہدانہ شان دکھائی ہے۔

(۷) اپنی انتہائی خوب صورت و دل نشیں عبارتوں سے شکوک و شبہات اور باطل استدلالات و استنباطات کے امکانات کے جملہ ابواب بند کر دیے ہیں۔

(۸) نہایت مشکل مضامین کو بھی بے حد واضح اور عام فہم بنا کر پیش کیا گیا ہے، یعنی حضرتِ مولف علیہ الرحمہ نے مشکل اور پیچیدہ احکام و مسائل بھی بڑی آسانی کے ساتھ سمجھا دیے ہیں.

(۹) چند ضروری کلمات کی تشریح و توضیح بھی فرمائی ہے۔

(۱۰) پیش کردہ مسائل کی دل نشینی کے لیے تنظیر و تمثیل کا سہارا بھی لیا ہے۔

(۱۱) علمی رنگ میں، فنی و اصولی مباحث کے تحت بڑے نادر و نایاب نکات بھی بیان فرمائے ہیں۔

اِن ہی مختلف النوع خوبیوں کے سبب اِس شرح کو عند العلما تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔یہی علمی رنگ تقریباً ہر حدیث کی تشریح وتوضیح میں نظر آتا ہے، جو کہ قارئینِ کرام کو کسی قسم کی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتا؛ بلکہ ان کے لیے داخلی و خارجی فرحتوں کا سامان مہیا کرتا ہے۔

تحقیقات وملکۂ استنباط کے نورانی جلوے:

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمہ صرف ایک سریع الکتابت عالمِ دین ہی نہیں، بلکہ اپنے زمانے کے ایک عظیم محقق بھی تھے،؛ بلکہ اگر یوں کہوں کہ آپ کا شمار اپنے دور کے صفِ اول کے محققین میں ہوتا تھا، تو یہ کسی مجنون کی بڑ نہیں ؛ بلکہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہوگی ،جس سے کوئی بھی باشعور انسان اختلاف نہیں رکھ سکے گا۔آپ نے ہزاروں صفحات پر اپنی تحقیقات و تدقیقات کے ایسے تابناک نقوش ثبت فرمائے ہیں جو آج بھی اہلِ نظر کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور فراہم کررہے ہیں ۔آپ نے علم وفن کی کیاریوں میں، تحقیق وتفتیش کے ایسے خوش نما پودے لگائے ہیں جن کے خوش رنگ ومشک بار پھولوں سے اہلِ اسلام مسلسل مہک رہے ہیں ۔آپ نے اِس شرحِ مشکاۃ میں، الفاظ کی لڑی میں تحقیقات کے وہ انمول و آب دار موتی پروئے ہیں جن کی چمک اب تک ماند نہیں پڑی ؛ بلکہ ان کی نوری

شعاؤں سے اہلِ عالم آج بھی سعادت اندوز ہورہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت اپنے لیے نیک بختیوں کا سامان جمع کرتے رہیں گے۔

نعیمی تحقیقات کے چند نمونے پیش کرنے سے قبل "تحقیق" کا معنیٰ ومفہوم اور "محقق" کے کچھ اوصاف وکمالات پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہورہا ہے؛ تاکہ ان کی روشنی میں حضرتِ شارح علیہ الرحمہ کی تحقیقات کی عظمت وجلالت کو سمجھا جا سکے۔

تحقیق کا لغوی معنیٰ:

تحقیق "حق" سے ماخوذ، عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنیٰ **تفتیش وچھان بین کے بعد حق اور سچ بات کو ثابت کرنا یا حق کی جانب پھیرنا ہے**، بالفاظِ دیگر **تلاش وجستجو کے بعد حق اور سچ کی دریافت کے عمل** کو تحقیق کہا جاتا ہے۔

تحقیق کا اصطلاحی معنیٰ:

کسی مسئلے سے متعلق اِس انداز سے بحث وتمحیص کرنا کہ اُس کی اصلی شکل اِس طرح واضح اور نمایاں ہو جائے کہ کسی قسم کا ابہام وتردد باقی نہ رہ جائے۔

محقق کے بعض اوصاف:

محقق کے لیے مندرجہ اوصاف سے آراستہ ہونا ضروری ہے:

(۱) اوصافِ حسنہ واخلاقِ فاضلہ بالخصوص صداقت وحق گوئی سے متصف ہو۔

(۲) متعصب وجانب دار نہ ہو، بلکہ دلائل وشواہد اور نصوص وتصریحات سے جو

حقیقت بھی سامنے آئے اسے منظرِ عام پر لانے کی ہمت رکھتا ہو۔

(۳) معتدلانہ مزاج کا حامل ہو، نہ حد درجہ شدت وغلظت ہو کہ اُس کی تحریر مغلظات کا ڈھیر معلوم ہو اور نہ غایت درجے کی نرمی ورخوت ہو کہ دامنِ حق گوئی ہاتھ سے جاتا رہے۔

(۴) علمی غرور نہ ہو یعنی اپنی ہمہ دانی کا ڈھنڈھورا پیٹنے والا نہ ہو، بلکہ اُس کی طبیعت میں صفتِ انکساری کے جلوے نمایاں ہوں۔

(۵) قوتِ حافظہ قوی، استحضارِ علمی مضبوط اور مطالعہ اس قدر وسیع وگہرا ہو کہ تحقیق طلب مسئلے کے جملہ گوشے اُس کی نگاہوں میں ہوں اور موافق ومخالف کے جملہ دلائل کا بھرپور جائزہ لے کر کسی نتیجے تک رسائی حاصل کرے۔

(۶) بدلائل جو بات بھی ثابت ہو اُسے قارئین، سامعین یا ناظرین کے دلوں میں اتارنے کا ہنر جانتا ہو۔

(۷) الفاظ شائستہ، کلمات شیریں اور جملے منظم ہوں، یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کو ایسے حسنِ نظم وجمالِ ترتیب سے پیش کرے کہ قاری کسی قسم کی الجھن یا شک وشبہ کا شکار نہ ہونے پائیں۔

(۸) ہر پہلو سے دلائل کا تجزیہ کرنے کی مکمل لیاقت ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی ایک پہلو کو لے کر تحقیق کے دریا بہا دے، ہزاروں صفحات سیاہ کر دے اور دوسرے گوشے اُس کی نگاہوں سے اوجھل رہ جائیں۔

یہ وہ خوبیاں ہیں، جن سے متصف ہونا ایک حقیقی محقق کے لیے ناگزیر ہے، جو محققین مذکورہ اوصاف سے تہی دست ہوتے ہیں، اُن کی تحقیق پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے اور اہلِ ونظر کے نزدیک وہ نا قابلِ اعتنا ہوتی ہے۔ حضرتِ حکیم الامت صاحب علیہ الرحمہ بلاشبہ مندرجہ بالا تمام اوصاف سے متصف تھے۔ حضرت کی تصانیف وتالیف کا مطالعہ کرنے والے آج بھی بلاتوقف وتردد آپ کو ایک عظیم محقق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قارئینِ کرام کی ضیافتِ طبع کے لیے ''**مرآۃ المناجیح**'' کے حوالے سے حضرتِ شارح کے چند تحقیقاتی نمونے پیش ہیں۔

(۱) بدعت کی تحقیق :

غیر مقلدین کو بدعت کا وظیفہ پڑھنے میں بڑا لطف وسرور آتا ہے، بدعت کی رٹ لگانا ان کے شب وروز کا پسندیدہ مشغلہ ہے، یہ لوگ عقائد و معمولاتِ اہلِ سنت کو نہ صرف یہ کہ بدعت کہہ کر رد کرتے ہیں؛ بلکہ خوش عقیدہ مسلمانوں کو بدعتی کہہ کر گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اُن کے پاس حق سننے والے کان ہیں نہ حق بولنے والی زبان، حق سمجھنے والا دل ہے نہ حق دیکھنے والی نگاہ۔ ان کی بیخ کنی کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ''**بدعت**'' کا لغوی واصطلاحی مفہوم کیا ہے، اس کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم شرعی کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۳۳ کی تشریح وتوضیح میں ''کل بدعة ضلالة '' کے تحت بدعت کے رخ سے نقاب الٹتے ہوئے حضرت شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

بدعت کے لغوی معنٰی ہیں ''**نئی چیز**'' رب فرماتا ہے: ''بدیع السمٰوٰت

والأرض"(۶/۱۰۱)[ترجمہ: بے کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔ کنز الایمان]اصطلاح میں اس کے تین معنیٰ ہیں (۱) نئے عقیدے، اسے بدعتِ اعتقادی کہتے ہیں (۲) وہ نئے اعمال جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایجاد ہوئے ہوں (۳) ہر نیا عمل جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایجاد ہوا۔

پہلے دو معنیٰ کے لحاظ سے ہر بدعت بُری ہے، کوئی اچھی نہیں۔تیسرے معنیٰ کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں، بعض بری۔ یہاں بدعت کے پہلے معنیٰ مراد ہیں، یعنی برے عقیدے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ضلالت یعنی گمرہی فرمایا۔گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے، عمل سے نہیں۔ بے نمازی گنہگار ہے، گمراہ نہیں اور رب عزوجل کو جھوٹا یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے۔

اور اگر دوسرے معنیٰ مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق (عموم) پر ہے، کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنیٰ مراد ہیں، یعنی نیا کام، تو یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ہے، کیوں یہ بدعت دو قسم کی ہے (۱) بدعتِ حسنہ (۲) اور بدعتِ سیئہ۔ یہاں بدعتِ سیئہ مراد ہے۔ بدعتِ حسنہ کے (ثبوت کے) لیے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے "من سن فی الاسلام سنة حسنة الحدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے،

بدعتِ حسنہ کبھی جائز، کبھی واجب، کبھی فرض ہوتی ہے،،[مرآۃ المناجیح ج :۱ص:۱۴۶]

کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت شارحینِ احادیث بالعموم بدعت کی دو قسمیں فرما کر، بدعتِ سیئہ کو "ضلالۃ" کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بدعتِ حسنہ کی جملہ قسموں کو، حدیث کے عموم سے خارج مانتے ہیں؛ مگر حضرتِ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، بدعت کے دو معانی اور بیان فرمائے ہیں (۲) برے عقیدے (۲) خلافِ قرآن وحدیث اعمال۔ پھر فرمایا ہے کہ اِن دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ حدیث اپنے عموم پر ہوگی، کسی قید کے لگانے کی کوئی حاجت نہیں۔تینوں معانی میں سے کوئی بھی معنیٰ لیا جائے بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنت وجماعت کا نہ کوئی عقیدہ بدعت ثابت ہوتا ہے، نہ کوئی عمل۔

(۲) اذان میں ترجیع کی تحقیق :

اذان میں شہادتین کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ دھیمی آواز سے کہنے، پھر دوبارہ دو مرتبہ بلند آواز سے کہنے کو "ترجیع" کہا جاتا ہے۔اذان میں ترجیع کے مسنون ہونے میں ائمۂ کرام کے مابین اختلاف ہے۔ **فقہائے احناف کے نزدیک اِس کی سنیت ثابت نہیں؛ بلکہ روشن وتابناک دلائل اِس کی سنیت سے اِبا(انکار) کررہے** ہیں، حضرتِ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کے متبعین سے اِس کے سنت ہونے کا قول منقول ہے۔غیر مقلدین بھی ترجیع کو سنت قرار دیتے ہیں، چوں کہ ترجیع والی روایت صحیحین میں موجود ہے، اِس لیے یہ حضرات بلا کسی تاویل کے نہ صرف یہ کہ اُسے

قبول کرتے ہیں؛ بلکہ اِس سلسلے میں تشدد برتتے ہوئے ائمہٗ احناف پر تنقید بھی کرتے ہیں، نیز انھیں مخالفِ سنت گردانتے ہیں۔

اِس باب میں بنیادی کردار حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کا ہے، اِس لیے حضرت شارح علیہ الرحمہ، حضرت ابومحذورہ سے مروی حدیث نمبر ۵۹۱ کی شرح میں، فقہاے احناف کی تائیدوتوثیق میں دلائل کا انبار لگانے کے بعد حضرت ابومحذورہ والی روایت کی ایسی نفیس شرح فرماتے ہیں کہ شکوک وشبہات کے سارے بادل چھنٹ جاتے ہیں اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ورفعت کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ اپنے جلوے بکھیرتا نظر آتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

یہ حدیث وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے، کہ اذان میں ترجیع ہے۔امام اعظم فرماتے ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن زید کو خواب میں جو فرشتے نے اذان کی تعلیم دی ،اُس میں ترجیع نہ تھی (۲) نیز خود حضرت عبداللہ ابن زید نے وہ خواب بارگاہِ نبوی میں پیش کیا، اُس میں بھی ترجیع نہ تھی (۳) نیز حضرتِ بلال جو امام المؤذنین ہیں، اُن کی اذان میں ترجیع منقول نہیں (۴) نیز عبداللہ ابن مکتوم جو مسجدِ نبوی شریف کے نائب مؤذن تھے، اُن کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں (۵) نیز حضرت سعد قرظی، مسجدِ قبا کے مؤذن کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں۔(مرآۃ المناجیح ج:۱، ص:۳۸۸)

پانچ دلائل سے ثابت فرمایا کہ ترجیع سنت نہیں، اگر ترجیع دین کا حصہ ہوتی اور

اِس قدر اہمیت کی حامل ہوتی تو مذکورہ نفوسِ قدسیہ سے ترجیع ضرور منقول ہوتی، حالاں کہ اس کا کہیں پتہ نہیں، رہ گئی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت، تو اُس کے جواب میں فرماتے ہیں:

رہی حدیثِ ابومحذورہ، (تو) اُن کی روایت سخت متعارض ہے، اور اُس میں اضطراب ہے۔ اور مضطرب ومتعارض حدیث قابلِ عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ طبرانی نے اِنھی ابومحذورہ سے جو اذان نقل کی، اُس میں ترجیع نہیں، طحاوی شریف نے ابومحذورہ کی اذان میں دوبارہ اللہ اکبر کا ذکر کیا، اور یہاں ترجیع کا بھی ذکر ہے، (لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابومحذورہ والی روایت میں تعارض ہے)۔

نیز صحابۂ کرام نے ابومحذورہ کی روایت پر عمل نہ کیا، چناں چہ حضرت علی، حضرت بلال، حضرت ثوبان، حضرت سلمہ بن اکوع وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اذان وتکبیر کے کلمات دو دو بار کہتے اور کہلاتے تھے۔ عنایہ شرحِ ہدایہ نے فرمایا کہ حضرت ابومحذورہ کو زمانۂ کفر میں توحید ورسالت سے سخت نفرت تھی، اسلام کے بعد اُنھیں اذان کا حکم ملا، تو یہ شرک کی وجہ سے شہادتین آہستہ کہہ گئے، تب حضور نے فرمایا: کہ پھر زور سے کہو! فتح القدیر نے فرمایا کہ حضرت ابومحذورہ شہادتین میں مد چھوڑ گئے تھے، اِس لیے یہ کلمات دوبارہ کہلوائے گئے تھے، ہماری تفسیر کی بنا پر حضرت ابومحذورہ کی حدیث میں نہ تعارض ہوگا نہ اضطراب؛ کیوں کہ ترجیع والی روایات میں خصوصی واقعہ کا ذکر ہے اور دیگر روایات میں عام حالات کا۔ (مرآۃ المناجیح ج:۱، ص:۳۸۸/۳۸۹)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے تین طرق سے حدیثِ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نا قابلِ عمل قرار دیا:

(۱) اُن کی روایتوں میں تعارض و تدافع ہے اور حدیث متعارض نا قابلِ عمل ہوتی ہے۔

(۲) صحابۂ کرام کا عمل، حضرت ابو محذورہ کی روایت کے خلاف تھا، اگر اذان میں ترجیع سنت ہوتی تو صحابۂ کرام بالخصوص حضرت علی مولائے کائنات سے ضرور ترجیع منقول ہوتی، جب کہ اِس کے برعکس اجلۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کلماتِ اذان دو بار کہتے اور کہلاتے تھے۔

(۳) ترجیع کا حکم صرف حضرت ابو محذورہ کے لیے تھا، نہ کہ پوری امت کے لیے، یہ حکم یا تو اُن کی شرم وحیا کی وجہ سے تھا، یا مدّ ترک کرنے کی بنا پر۔

حضور شارحِ مشکاۃ علیہ الرحمہ نے دلائلِ قاہرہ سے ثابت فرمایا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف ہی حق و درست ہے۔

(۴) سوادِ اعظم کے مصداق کی تحقیق:

آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو سوادِ اعظم (اہلِ سنت و جماعت) کی پیروی کرنے اور اُس کے طریقے کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے اِس سلسلے میں اپنے ارشاداتِ عالیہ اور فرموداتِ جلیلہ کے ذریعہ ہمارے لیے ابدی سعادتوں کی راہ متعین فرما دی ہے۔ فلاحِ اخروی، عقائدِ صحیحہ میں سوادِ اعظم اہلِ سنت و

جماعت کی پیروی میں منحصر ہے۔ **سوادِ اعظم میں وہ تمام حضرات داخل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے پر کار بند ہیں۔ خواہ وہ ماتریدی کہلائیں یا اشعری، چاہے وہ خود کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بتائیں یا قادری، چشتی، نقش بندی اور سہروری۔** یعنی مسلمان اعتقاد، فقہ یا طریقت میں چاہے جدھر منسوب ہو، اگر اُس کے عقائد و اعمال کا سلسلہ متذکرہ نفوسِ قدسیہ تک پہنچتا ہے تو وہ ''سوادِ اعظم'' میں داخل ہے، ورنہ نہیں۔

سوادِ اعظم کی پیروی سے متعلق صحاحِ ستہ وغیرہ میں کثرت کے ساتھ احادیثِ صحیحہ مروی ہیں۔ شارحینِ حدیث نے اپنے اپنے انداز میں ان کی شرح فرمائی ہے اور سوادِ اعظم کا معنیٰ مرادی بھی واضح فرمایا ہے؛ مگر حضرت مفتی صاحب نعیمی علیہ الرحمہ نے لفظِ ''**سوادِ اعظم**'' کی تحقیق میں اپنے وسیع اور گہرے مطالعہ کا جو نچوڑ پیش فرمایا ہے وہ حضرتِ موصوف ہی کا حصہ ہے۔ حدیث نمبر ۱۶۴ میں مذکور ''**اتبعوا السواد الاعظم**'' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یعنی ہمیشہ وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں، یہ حدیث منصوص اور غیر منصوص سارے احکام کو شامل ہے۔ آیات و احادیث کے جو معنیٰ مسلمانوں کی بڑی جماعت نے سمجھے ہیں وہی حق ہیں۔ آج اگر کوئی نئے معنیٰ بتائے تو جھوٹا ہے۔ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی، صلاۃ و زکاۃ کے معنیٰ مروجہ نماز اور صدقہ ہیں۔ جو کہے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ ''اصلی نبی'' (اِسی طرح) صلاۃ و زکاۃ سے کچھ

اور مراد لے، [تو] یہ غلط ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج:۱،ص:۱۶۹)

اِس کے بعد، مروجہ معمولاتِ اہل سنت، مثلاً میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ کو بدعت کہہ کر رد کرنے والوں کی خبر لی ہے اور مذکورہ معمولات کو، قولِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "اتبعوا" میں ایسی عمدگی کے ساتھ داخل فرمایا ہے کہ قاری کی زبان پر بے ساختہ واہ واہ کے نغمے جاری ہوجاتے ہیں، فرماتے ہیں:

ایسے ہی مسلمانوں کا بڑا گروہ میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے، واقعی یہ اچھے کام ہیں۔ اگر کچھ لوگ انھیں حرام کہیں جھوٹے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ رب فرماتا ہے: "لتکونوا شھدآء علی الناس" (۲/۱۴۳) [ترجمہ: کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ کنز الایمان] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔ یہ سب حدیثیں اِسی مشکاۃ شریف میں آئیں گی؛ لہذا جس کام کو عالم علما، صلحا، اور عوام مسلمین اچھا جانیں، وہ اچھا ہی ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج:۱،ص:۱۶۹)

اِس مقام پر ایک سوال ہوسکتا ہے کہ کسی کسی شہر یا گاؤں میں بدمذہبوں کی کثرت ہوتی ہے، سنی برائے نام ہی ہوتے ہیں تو کیا اُس شہر یا گاؤں کے سنی، عقائد و معمولات میں بدمذہبوں کی پیروی کریں؟ یا جن ملکوں میں غیر مقلدین یا شیعہ وغیرہ بد مذہب حکمراں ہیں، تو کیا وہاں کے رہنے والے، بڑی جماعت یعنی وہابیوں یا رافضیوں کی اتباع کریں؟ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احکامِ شرع میں "بڑی

جماعت'' کی اطاعت کا حکم دیا ہے ۔ عام اَذہان (ذہنوں) میں اِس طرح کے سوالات اُبھر سکتے ہیں، حضرت شارح علیہ الرحمۃ اِس کا جواب عنایت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے، نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی ؛ لہٰذا اگر کسی بستی میں ایک سنی ہے، سب بدمذہب ہوں، تو وہ ایک ہی سوادِ اعظم ہوگا؛ کیوں کہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اجتہادی مسائل میں سوادِ اعظم کا اعتبار نہیں ۔ ایک مجتہد جمہور مجتہدین کی مخالفت کرسکتا ہے اور اُس کی اتباع جائز ہے ۔ (مصدرِ سابق)

ہوسکتا ہے کہ کوئی بدعمل فاسق مثلاً ڈاڑھی صاف کرنے والا مسلمان اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی جماعت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے، اور آج مسلمانوں کی بڑی جماعت ڈاڑھی منڈاتی ہے؛ لہٰذا یہ عمل جائز و درست ہے، ہم تو بڑی جماعت کی پیروی کررہے ہیں، اِس کی بیخ کنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یاد رکھو! بعض بدعملیوں میں عام مسلمان پھنس جاتے ہیں، جیسے زمانۂ موجود میں ڈاڑھی منڈانا، لیکن وہ سبھی اُسے برائی سمجھتے ہیں اور وہ گناہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ داڑھی منڈانا بہت بڑی جماعت کا عمل ہے ۔ [مصدرِ سابق]

سوادِ اعظم کی کیا نفیس شرح فرمائی، کہ جملہ عقائد و معمولات اہلِ سنت ثابت

بھی ہو گئے، تمام بد مذہبوں کا ردّ و ابطال بھی ہو گیا اور ہم سعدائے اہلِ سنت کو قیامت تک کے لیے ہر طرح کی بد مذہبیت سے بچنے کا نسخۂ نایاب بھی عطا فرما دیا۔

(۴) قبر پر سبزہ یا پھول ڈالنے کے جواز/عدم جواز کی تحقیق:

اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک ہر مومن کی قبر پر پھول ڈالنا، یا شاخ گاڑنا جائز و درست ہے، خواہ وہ، گنہگار ہو یا اللہ والا؛ کیوں کہ تر پھولوں یا شاخوں میں زندگی ہوتی ہے اور وہ اللہ عزوجل کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں، جس سے مردے کے عذاب میں کمی واقع ہوتی ہے، نیز زائرین کو خوشبو بھی حاصل ہو جاتی ہے؛ لہذا اِس عمل کے جواز میں کسی قسم کا کوئی شبہہ نہیں ہے، مگر بد مذہب اِس سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہ ایسا کیا، نہ امت کو ترغیب دی اور نہ ہی ائمۂ مجتہدین سے ایسا کوئی عمل ثابت ہے۔ سنیوں کا یہ عمل کوئی اصل نہیں رکھتا، لہذا بدعت ہے، اِس سے گریز لازم ہے۔

اہلِ سنت و جماعت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اُس روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے شیخین نے روایت کیا ہے اور جس میں قبر پر تر شاخین ڈالنے کا ذکر آیا ہے۔ مشکاۃ المصابیح کی اِس حدیث نمبر ۳۱۰ کی شرح میں حضرت شارح علیہ الرحمہ نے وہ نفیس مطالب بیان فرمائے ہیں جنھیں پڑھنے کے بعد آنکھیں ٹھنڈی اور دل روشن ہو جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے، اِس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں

،جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کے لیے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے، کہ عذاب (تو) قبر کے اندر ہے، حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خلقت (مخلوق) کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا۔(اسی لیے تو) فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

(۳) گناہِ صغیرہ پر قبر وحشر میں عذاب ہوسکتا ہے، دیکھو چغلی وغیرہ گناہِ صغیرہ ہیں ،مگر عذاب ہو رہا ہے۔

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر گناہ کا علاج بھی جانتے تھے، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں کہ عذاب ہلکا ہو۔

(۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔

(٦) قبر پر قرآنِ پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی کہ میری قبر میں دو، ہری شاخیں ڈال دی جائیں تا کہ نجات نصیب ہو۔

(۷) اگرچہ ہر خشک و تر تسبیح پڑھتی ہے، مگر سبزے کی تسبیح سے مردوں کو راحت نصیب ہوتی ہے، ایسے ہی بے دین کی تلاوتِ قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے، مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔

(۸) گناہ گاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھادے گا، جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔

(۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے، جس سے بچنا واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا، اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔

(۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ شریف کی نہ تھی، آج بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔

(۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج:۱، ص:۲۵۱)

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا متنِ حدیث کی رعایت کرتے ہوئے، اس سے عقائدِ صحیحہ و مسائلِ فقہیہ کا استنباط و استخراج کرنا علمِ حدیث میں اُن کی براعت و کمال کا منہ بولتا ثبوت ہے، ایسی شاندار و باکمال توضیح و تشریح سے حضرت مفتی علیہ الرحمۃ کی وسعتِ علمی، دقتِ نظری اور کثرتِ کتب بینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ نے حدیث کی صرف شرح نہیں کی؛ بلکہ مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے اور نہ صرف یہ کی قبورِ مسلمین و مزاراتِ اولیا پر پھول

ڈالنے والے سنیوں کے دلوں کے لیے راحت کا سامان کیا ہے؛ بلکہ انھیں بدعتی کہنے والے بدمذہبوں کے گالوں پر زوردار تھپڑ بھی رسید کیا ہے۔

(۵) اللھم لا تجعل قبری وثنا کی نفیس تحقیق :

مشکاۃ المصابیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، فصلِ ثالث میں، حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ۔ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِ ھِمْ مَسَاجِدَ۔

ترجمہ: الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا جو پوجی جائے، اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اس حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہوئے بدمذہب بکواس کرتے ہیں کہ:

قبروں کی تعظیم کرنا، ہر سال جمع ہو کر صاحبِ مزار کا عرس کرنا، وہاں چراغاں کرنا، دست بستہ ہو کر، اُن سے دعائیں مانگنا، ناجائز و حرام بلکہ شرک ہے، کیوں کہ یہ سارے اعمال بت پرستی کی نشانیاں ہیں، جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے "لا تجعل قبری وثنا" کی ایسی شاندار تحقیق فرمائی کہ اہلِ باطل کے استدلال کا پانی اتر گیا اور اِس حدیث کی روشنی میں

دیے گئے کفر و شرک یا ناجائز و حرام کے فتوے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوئے۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے ثمرات و نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

سبحان اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ ہر سال لاکھوں جاہل و عالم زیارت کے لیے جاتے ہیں، **مگر نہ کوئی قبرِ انور کو سجدہ کرتا ہے، نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھے**۔ یہ اس دعا کا اثر ہے۔ خیال رہے کہ یہود و نصاریٰ نے، حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے ایک دو معجزے سن کر، اُنھیں خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا اور ان کی عبادت کرنے لگے؛ مگر مسلمان ہزارہا معجزات سن کر؛ بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر نہ حضور کو خدا کہتے ہیں نہ خدا کا بیٹا، جاہل مسلمان کا بھی عقیدہ یہ ہے "عبد اللہ و رسولہ" (یعنی آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ سب) حضور کی اس دعا ہی کی برکت (کی وجہ سے) ہے.

پھر غیر مقلدین کے استدلالِ باطل کی قلعی کھولتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بعض لوگ اس حدیث کے ماتحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی تعظیم کرنا، سال کے سال وہاں جانا، مجمع کر کے زیارتیں کرنا، وہاں چراغاں کرنا، سب شرک ہے؛ کیوں کہ اس میں قبر پرستی ہے کہ قبر کو بت بنالیا گیا۔ مگر یہ بالکل غلط ہے، کیوں کہ یہ سارے کام تیرہ سَو برس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر ہو رہے ہیں، ہر سال زائرین کی بھیڑ ہوتی ہے، ہاتھ باندھ کر، سر جھکا کر سلام پڑھا جاتا ہے، رات کو

ایمان افروز روشنی ہوتی ہے، سارے علما، صلحا، اولیا یہ کام کرتے ہیں۔ **فقہا فرماتے ہیں کہ روضۂ انور پر سلام کرنے (کے لیے) اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔** اگر اِن میں سے کوئی کام شرک ہوتا تو حضور کے روضۂ انور پر ہرگز نہ ہوتا، کیوں کہ حضور کی دعا قبول ہو چکی ہے۔ اِن نادانوں کی اِس تفسیر سے لازم آئے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا رب نے بالکل رد کر دی، لہذا یہ حدیث جوازِ عرس کے متعلق اہلِ سنت کی قوی دلیل ہے، حدیث سمجھنے کے لیے علم وعقل وعشق کی ضرورت ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج:۱، ص:۴۴۵)

سبحان اللہ ! ایسی نفیس وطیب، عشقِ رسالت میں ڈوبی ہوئی، عقل وشعور کو مہمیز کرنے والی علمی گفتگو فرمائی کہ طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ چند سادہ، آسان اور شائستہ جملوں میں اہلِ توہُّب (وہابیوں) کے دلائل کے بخیے بھی ادھیڑ دیے اور اہلِ سنن کو جوازِ عرس کی ایک پختہ نا قابلِ رد دلیل بھی عطا فرما گئے۔ جوازِ اعراس پر ہمارے علما نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں، دلائل و براہین پیش کیے ہیں، مخالفین کے شبہات و اعتراضات کا جائزہ بھی لیا ہے؛ مگر حضرت شارحِ مشکاۃ علیہ الرحمہ نے اِن مختصر الفاظ میں جو باتیں کہی ہیں، اُن کا کوئی جواب نہیں۔

(۶) مَدَّ بِہَا صَوْتَہٗ کی عمدہ تحقیق:

نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد مطلقاً ''آمین'' کہنا بالاتفاق سنت ہے۔ اس بارے میں بھی اتفاق ہے کہ سرّی اور انفرادی نمازوں میں آمین آہستہ کہی جائے، اِن

دونوں مسئلوں میں کسی کا کوئی اختلاف منقول نہیں، البتہ باجماعت جہری نمازوں میں اِس کے آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنے کی سنیت (سنت ہونے) میں اختلاف ہے، حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زور سے آمین کہنا خلافِ سنت وخلافِ افضل ہے اور غیر مقلدین ودیگر ائمہ حضرات، آمین بالجہر کو راجح قرار دیتے ہیں۔

مگر وہابیہ ضالّہ اِس فرعی مسئلے میں حدِّ اعتدال سے نکل کر بہت دور جاچکے ہیں حتی کہ تہذیب وشرافت کی حدوں سے بھی تجاوز کر چکے ہیں۔ یہ نادان، ہم احناف کو چڑھانے کے لیے اِس قدر زور سے، چیختے ہوئے آمین کہتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ مسجد گونج جاتی ہے؛ بلکہ بعض اوقات اہلِ محلہ بھی بے اطمینانی کی کیفیت محسوس کرنے لگتے ہیں۔ یہ گستاخ اِس مسئلے میں احناف کو مخالفِ سنت کہتے ہوئے خوب کوستے ہیں، حالاں کہ اَحناف (حنفیوں) کا موقف دلائلِ قاطعہ و براہینِ ساطعہ سے مؤید ومزین ہے۔ دیگر مسائل کی طرح اِس جزئی مسئلے میں بھی احناف نے ایسے صریح وواضح نصوص پیش فرمائے ہیں، جن کا انکار کرنا دو دو چار اور آفتابِ نصف النہار کے انکار جیسا ہے ۔غیر مقلدین کے پاس کچھ شکوک وشبہات اور فاسد استدلالات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اگر یہ لوگ حدیث کا صحیح ترجمہ ہی کر لیتے تو سارے شکوک خود بہ خود دور ہو جاتے۔

یہ نادان اپنے موقف کی تائید وتوثیق کے لیے بالعموم، صحابیٔ رسول حضرت وائل بن حجر والی روایت پیش کرتے ہیں، جسے حضرت امامِ ترمذی نے اِن الفاظ میں

روایت کیا ہے:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ وَ قَالَ آمِیْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ۔

ترجمہ: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا اور آمین کہا اور اس پر اپنی آواز کو دراز فرمایا۔ (الجامع للترمذی، باب ماجآء فی التامین، رقم الحدیث: ۲۴۹)

اِس میں موجود و مد بھا صوتہ سے دھوکہ کھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب امام نمازِ جہری میں سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تو مقتدیوں کو اور امام کو بلند آواز سے آمین کہنا چاہئے۔

حضرت شارح علیہ الرحمہ مشکاۃ المصابیح کی اِس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِس حدیث سے نماز میں اونچی (آواز میں) آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا (مندرجہ ذیل) چند وجہوں سے:

(۱) ایک یہ کہ یہاں نماز کا ذکر نہیں، ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ یہاں تلاوت اور آمین ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہاں مد بھا صوتہ ہے، مد کے معنیٰ ''چیخنا'' نہیں: بلکہ اس کے معنیٰ ہیں ''کھینچنا اور دراز کرنا'' اس کا مقابل قصر ہے، اِسی لیے مہلت دینے (ڈھیل

دینے) کو مد کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے :و یمدھم فی طغیانھم یعمھون ۔(۱۵/۱)[ترجمہ:اور انھیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ کنز الایمان] یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آمین کا الف اور میم مد کے ساتھ پڑھتے تھے، بروزنِ قالین، قصر سے نہیں جیسے کریم، یہی معنیٰ ظاہر ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ امام احمد، دار قطنی، حاکم مستدرک، طبرانی، ابو داؤد، طیالسی، ابو یعلی موصلی نے، اِن ہی وائل بن حجر سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں جب ولا الضالین پڑھا تو کہا آمین و أخفى بها صوته ۔اور ابو داؤد، ترمذی، ابن ابی شیبہ نے، اِن ہی وائل بن حجر سے روایت کی وخفض بها صوته ۔ أخفى کے معنیٰ ہیں ’’آہستہ پڑھا‘‘ اور خفض کے معنیٰ ہیں ’’پست آواز سے پڑھا‘‘ تو اب یہاں مدّ کے ایسے معنیٰ کرنے چاہئیں، جو وہاں کے اخفى اور خفض کے خلاف نہ ہوں، یعنی ’’آواز کھینچی‘‘ اس لیے یہاں جھر نہیں؛ بلکہ مد آیا، کیوں کہ ’’اِخفاء‘‘ کا مقابل ’’مد‘‘ نہیں؛ بلکہ ’’جہر‘‘ ہے۔رب فرماتا ہے :یعلم الجھر و ما یخفی (۷/۸۷)[ترجمہ: وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔ کنز الایمان] جن احادیث میں رفع بها صوته ہے، وہاں بھی رَفَعَ ، مَدَّ کا ترجمہ ہے اور یہی معنیٰ ہیں کہ ’’آواز کھینچ کر پڑھا ‘‘غرض کہ ایسی حدیث آج تک نہ مل سکی جس میں نماز کا ذکر ہو اور آمین کے لیے لفظِ ’’جہر‘‘ ہو۔

(۴) نیز اونچی آمین کہنا حکمِ قرآن کے خلاف (بھی) ہے؛ کیوں کہ آمین قرآن کی

آیت نہیں، بلکہ دعا ہے۔رب فرماتا ہے :قد اجیبت دعوتکما ۔ (۱۰/۸۹)
[ترجمہ: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔کنز الایمان]اور دعا آہستہ کہنی چاہیئے!رب فرماتا ہے :ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ ۔ (۷/۵۵)[ترجمہ:اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔کنز الایمان]۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اِن مختصر ؛مگر انتہائی جامع جملوں میں حدیث کی ایسی توضیح فرمادی کہ مسلکِ حنفی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔اہلِ توہُّب اگر تعصب وعناد کی عینک اتار کر بقصدِ انصاف اِس سطورِ بالا کو پڑھ لیں تو یقیناً حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گُن گاتے نظر آئیں گے۔استدلال کے لیے ضروری ہے کہ جانبِ مخالف احتمال نہ ہو؛ کیوں کہ فقہی ضابطہ ہے کہ اذا جآء الاحتمال فسد الاستدلال (یعنی جب جانبِ مخالف کا احتمال آجاتا ہے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے)اِس ضابطے کی روشنی میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں نماز کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ حضور نے غیرِ نماز میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد بآوازِ بلند آمین کہی ہو،لہذا اِس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کریں،جس میں صاف صاف آیا ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں بعدِ فاتحہ بآوازِ بلند آمین کہی۔

پھر شارحِ موصوف نے معنیٔ لغوی سے استدلال کرتے ہوئے،اس روایت اور حضرت وائل ہی سے مروی دوسری روایتوں کے مابین ایسی تطبیق وتوفیق فرمائی کہ

مسلکِ وہابیت کے پرخچے اڑ گئے اور امام الائمہ ابوحنیفہ کے اِس شیر نے اپنے کلکِ برق بار سے اہلِ توہب پر ایسی کاری ضرب ماری کہ ابنِ تیمیہ و البانی جیسے نقیبانِ وہابیت آج بھی عالمِ برزخ میں اس کی کسک محسوس کر رہے ہوں گے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ "مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح" اس قسم کے علمی جواہر پاروں کا انسائیکلو پیڈیا ہے، اِسی علمی رنگ، محدثانہ کلام، فقیہانہ گفتگو، عاشقانہ تشریح اور محققانہ تحقیق کی جلوہ ریزیوں سے پوری کتاب لبریز ہے، گویا کہ یہ شرح ایک ایسا گلدان ہے جسے علم و تحقیق کے گلہائے رنگا رنگ سے سجایا گیا ہے۔ اِس کے مطالعہ کے بعد ہر اہلِ نظر یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ حضرت شارح علیہ الرحمہ، قولِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم العلماء ورثة الأنبياء کے کامل مصداق تھے؛ کیوں کہ آپ نے اِس شرح کے ذریعے امتِ مسلمہ کے اُس قرض کو ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے جو صدیوں سے اس پر فرض تھا۔

آپ نے برسوں کی محنتِ شاقہ سے کتبِ احادیث وفقہ کے چمنستان سے علوم وفنون کے گل بوٹے چن چن کر یہ عظیم گلدستہ تیار کیا ہے، جو کہ علم وفن کے ہر ایوان میں سجائے جانے کا حق رکھتا ہے، یہ شرح ایک ایسا سرچشمۂ صافی ہے، جس سے تا قیامِ قیامت تشنگانِ علومِ دینیہ سیراب ہوتے رہیں گے۔

دعا گو ہوں کہ پروردگارِ عالم، حضرت شارح علیہ الرحمہ کی تربتِ پاک پر رحمت وغفران کی بارش نازل فرمائے اور جملہ مسلمانانِ اہلِ سنت کی جانب سے اُنھیں

وہ صلہ عطا فرمائے جو اُس کی شانِ کریمی کے لائق ومناسب ہو۔

وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہٖ أجمعین

تمـــــــــت بالخیـــــــــر
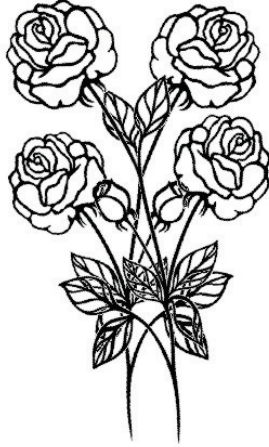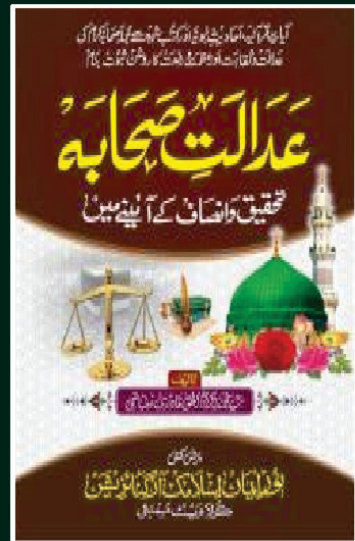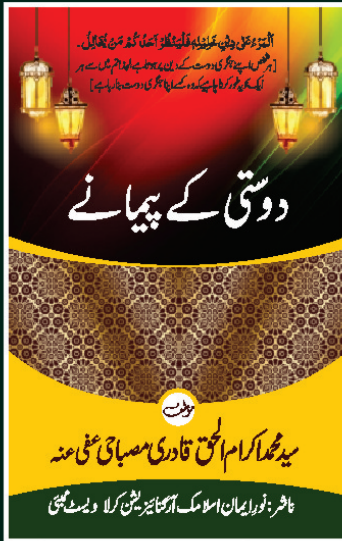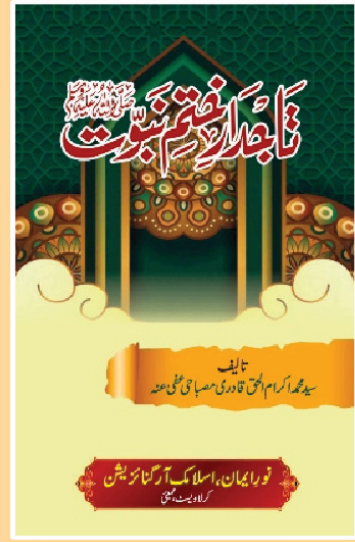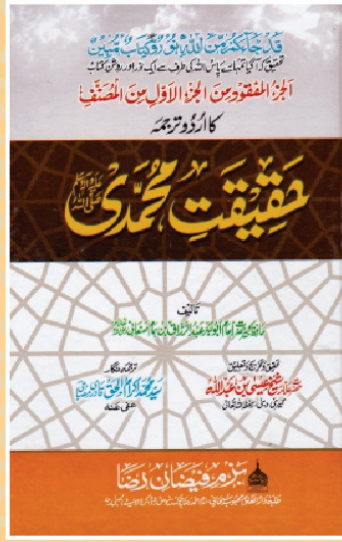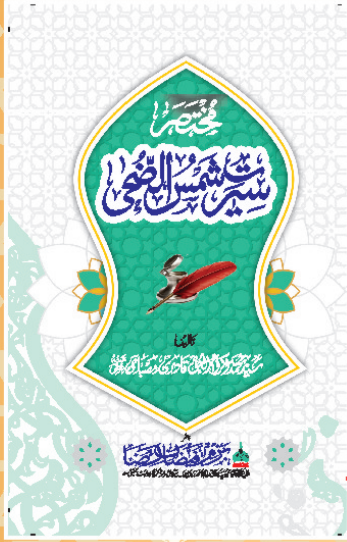
Publisher

NOOR-E-IMAAN ISLAMIC ORGANIZATION

Kurla West Mumbai-70